آزاد بحیثیت محقّق

ناہید ناز

ABSTRACT:

Muhammad Hussain Aazad (10th June, 1830- 22nd Jan. 1910) was the son of Maulvi Muhammad Baqir (1810-1857), the grads of Dehli Urdu College (1825), the super ordinary student of the poet Muhammad Ibrahim Zoq (1788-1854) the victim of the war of 1857 and the dement during the last score of his age from 1890 to 1910.

As an essay wright, poet, critic, historian, narrator and researcher, he had a unique multidimensional approach. He began the modern poetry consists of reality and unequivocality of life instead of unrealistic poetry full of despise and remote similarities and metaphors, under the patronage of Anjuman-e-Ishaat-e-Matalib-e-Mufeeda Punjab (1865). Aab-e-Hayat (1880), Darbar-e-Akbari (1898), Sukhandan-e- Faris (1907), Qassas-e-Hind Volume 2 (1868), Nerang-e-Khayal (1880), Tadveen-e-Diwan-e-Zoq (1891), Nigaristan-e-Faris (1922) are his creative achievements. Credibility is the hallmark of his works as an essay wright but as a researcher, his status has always been wavering.

The critics and researchers have been trying to determine his status as a researcher logically. Sometimes these attitudes of applause and despise are moderate and sometimes are mount to extreme.

This article is an attempt to determine the status of Azad as a researcher

محمد حسین آزاد ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۴۵ھ بمطابق ۱۰ جون ۱۸۳۰ء بروز جمعرات دہلی میں پیدا ہوئے (۱) ان کے والد کا نام محمد باقر تھا جن کا شمار دہلی کی ممتاز شخصیتوں میں ہوتا تھا ۔ابھی آزاد تین چار برس کے تھے کہ ان کی والدہ امانی بیگم کا انتقال ہو گیا ۔والدہ کے انتقال کے بعد ان کی پرورش اُن کی پھوپھی نے کی (۲) ۔آزاد کے والد مولوی محمد باقر کاروباری مصروفیا ت کی بنا پر آزاد کی نوشت و خواند کا پورا انتظام نہ کر سکے ۔ان کے دادا مولوی محمد اکبر دیسی طرز پر مکتب پڑھاتے تو انہیں بھی ساتھ لے جاتے جہاں آزاد نے کچھ مذہبی اور درسی کتب پڑھیں (۳) مکتبی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آزاد ۱۸۴۵ء میں دہلی کالج کے لیے بھیجے گئے (۴) ۔آزاد زمانہ طالب علمی

ہی میں عام دل چسپی کے موضوعات پر مضامین لکھتے ۔کالج کے مضمون نویسی کے مقابلوں میں حصہ لیتے اور انعامات حاصل کرتے ۔اس کی وجہ یہی تھی کہ آزاد اپنے والد کے اخبار ''دہلی اردو کالج '' میں شائع شدہ علمی و ادبی مضا مین کا مطالعہ کرتے تھے ۔ساتھ ہی ساتھ انہیں محمد ابراہیم ذوق (۱۷۸۸ء ۔۱۹۵۴ء) کی صحبت بھی میسّر آئی ،جس نے عقیدت کی صورت اختیار کر لی اور عقیدت کا یہ اظہار آزاد کی تحریروں (آب حیات ، دیوانِ ذوق) میں جابجا موجود ہے ۔

۱۸۵۷ء کے ہنگامے نے آزاد کو ذہنی طور پر منتشر کر دیا ۔مسٹر ٹیلر کی موت کے الزام میں محمد باقر کو پھانسی دے دی گئی ۔آزاد کے خلاف بھی وارنٹ کٹ گیا ۔وہ بائیس نیم جانوں کے ساتھ دہلی سے نکل کر اہل خانہ کو سونی پت بھیج دیااور خود لکھنئو چلے گئے (۵) ۔لکھنئو سے مدراس ،نیل گری ،بمبئی اور مالوے میں قیام کرتے ہوئے جنید پہنچے اور دفتر فوجداری میں محافظ دفتر مقرر ہو گئے (۶) ۔کچھ عرصہ جگرائوں رہے انہیں وہاں اپنا مستقبل تاریک نظر آیاتو ۱۸۶۱ء میں لاہور آگئے (۷) ۔ یہاں ۱۱ جولائی ۱۸۶۱ء کو پوسٹ ماسٹر جنرل کے دفتر میں نائب سر رشتہ دار (ڈائریکٹر) کی نوکری کی ۔دسمبر ۱۸۶۲ء تک ڈاک کے محکمے میں رہے۔ ۱۸۶۴ء میں محکمہ تعلیم سے منسلک ہو گئے ۔جہاں انہوں نے یکم جنوری ۱۸۶۴ء سے ۲۵ مئی ۱۸۶۴ء تک بطور نائب سر رشتہ دار جبکہ ۲۶ مئی ۱۸۶۴ء سے جولائی ۱۸۶۵ء تک بطور محرّر کام کیا ۔

۱۸۶۴ ء ہی میں ڈاکٹر لائٹنر ، (Gottlieb Wilhelm Litener)۱۴ اکتوبر ۱۸۴۰ء۔۱۸۹۹ء)بھی گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل منتخب ہوئے ۔'لائٹنر ' آزاد کی ذہانت و فطانت ،اصابت رائے اور علمی و تنقیدی صلاحیتوں سے بہت متاثر ہوا اور آزاد نے بھی لائٹنر سے اثرات قبول کیے۔ آزاد اس زمانے میں ملازمت کے ساتھ ساتھ انگریزوں کو اردو پڑھانے کا کام بھی کرتے تھے ،یہی چیز ان کے اور لائٹنر کے تعارف کا باعث ہوئی (۸)۔ ''انجمن اشاعت مطالب مفیدہ عام پنجاب '' (۱۸۶۵ء)جو '' انجمن پنجاب '' کے نام سے معروف ہوئی ،۱۸۶۷ء میں ڈاکٹر جی۔ڈبلیو لائٹنر کی تجویز پر انہیں انجمن پنجاب کا سیکر ٹری مقرر کیا گیا (۹)۔جہاں سے انہوں نے جدید شاعری ،نظم نگاری کی ابتدا کی ۔

آزاد کی زندگی کا ایک اہم واقعہ ترکستان کا سیاسی سفر تھا ۔حکومت ہند کو خدشہ تھا کہ کہیں روس ہندوستان پر حملہ آور نہ ہوجائے ۔چنانچہ اس خطرے کے سد باب کے طور پر ایک خفیہ مشن ان ممالک میں بھیجا گیا تاکہ صورت حال کی بابت چشم دیداطلاعات فراہم ہو سکیں ۔اس سفر کاآغاز جولائی ۱۸۶۵ء میں ہوا اور مارچ ۱۸۶۶ء میں ختم ہوا (۱۰) ۔۱۶ جولائی ۱۸۶۸ء کو محکمہ تعلیمات میں مسٹر پیئر سن (Mr.Pearson) کے اسسٹنٹ کی حیثیت ایک نئی تاریخ ہند اور دوسری درسی کتب کی تیاری میں مدد کے لیے مامور کیا گیا ۔اس عرصے میں آزاد اپنے فرائض کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ طور پر انگریزوں کو اردو بھی پڑھا رہے تھے ۔اس دور کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے آزاد نے اردو اور فارسی کی ریڈریں بھی لکھیں جو کم و بیش نوّے سال تک پرائمری جماعتوں کے نصاب میں شامل رہیں (۱۱) ۔۲۳ ستمبر ۱۸۸۵ء کو آزاد نے ایران کا سفر کیا ،جس کا مقصد کتب کی خریداری تھا ۔

آزاد کی ساری زندگی محنت و مصائب میں گزری ۔پے در پے آزمائش و آفات نے انہیں ذہنی ،جسمانی ،روحانی اور مادی طور پر مضطرب ہی رکھا ۔وہ اندرونی اور بیرونی خلفشار کا شکار رہے ۔اپنے اوپر نقاب بھی چڑھانا پڑا اور اندرونی کرب اور خلش چین بھی نہ لینے دیتی تھی ۔دنیا داری کے تقاضے بھی نبھانے تھے۔لہذا اندرون اور بیرون کی آویزش و پیکار نے انہیں مردم بیزاری ،بے خوابی ،بے چینی میں مبتلا کردیا جو بالآخر ''جنون '' پر منتج ہوا ۔ابتدا میں جنوں و ہوش مندی ساتھ ساتھ رہیں ۔اسی بنا پر ۶ جنوری ۱۸۹۰ء کو ریٹائرڈ کردیے گئے ۔اسی عالم جنوں میں تقریباً بیس سال زندہ رہے اور مسلسل لکھتے رہے ۔اسی عالم میں آزاد نے نواسی رسالے لکھے ۔جن کی کتابت سے جلد بندی اور تزئین و آرائش تک تمام کام انہوں نے اپنے ہاتھوں سے انجام دیا (۱۲) ۔۱۸۵۷ء کے حادثات نے آزاد کے اعصابی خلیوں (nerve cells) کو شدید نقصان پہنچایا ،یہ حادثات ان کے لاشعور میں ایک کربناک اذیت کی شکل میں دم آخر تک موجود رہے (۱۳) ۔آزاد کے بیٹے آغا محمد ابراہیم اور دیگر اعزاء نے کافی علاج کرایا مگر افاقہ نہ ہوا اور آزاد اِسی عالم جنوں میں ۲۲ جنوری ۱۹۱۰ء کو انتقال فرما گے ۔

آزاد کی تصانیف میں ادب ،تاریخ ،لسانیات ،فلسفہ ،صحافت ،درسی کتب ،تذکرے اور نظم شامل ہیں ۔یوں تو آزاد کی سینکڑوں کتب ہیں لیکن معروفِ زمانہ درج ذیل ہیں :

* قصص ہند، جلد دوم (۱۸۶۸ء (
* دربارِ اکبری (۱۸۹۸ء (
* آب حیات (۱۸۸۰ء (
* نیرنگ خیال (پہلا حصہ ۱۸۸۰ء ، دوسرا ۱۸۸۳ء(
* سخن دانِ فارس (آزاد کے لیکچروں کا مجموعہ ،حصّہ اوّل ۱۸۷۲ء ، دونوں مجموعے ۱۹۰۷ء (
* دیوانِ ذوق (مرتّبہ) (ذوق کے کلام کا مجموعہ ۔۱۸۹۱ء (

محمد حسین آزاد بحیثیت ادیب، انشاء پرداز مانی ہوئی شخصیت ہیں ، جن کے پر تخیل اور رنگین اسلوبِ نگارش پر سب متفق ہیں ۔ جہاں تک آزاد بحیثیت نقّاد اور محقق تعلق ہے ،اس بارے میں دو رائیں ملتی ہیں ۔ بقول قاضی عبدالودود:

''اکثریت آزاد کی نثاری کی معترف ہے ، مگر یہ تسلیم کرنے کو تیارنہیں کہ وہ تحقیق کے مردِ میدان تھے ۔اقلیت مصر ہے کہ وہ صرف ایک بڑے انشا پرداز ہی ہیں ،ایک بڑے محقق بھی تھے...''(۱۴ (

اس کی بنیادی وجہ آزاد کی شخصیت کا ایک لازمی جز و، ماضی کے ساتھ والہانہ لگائو ہے اور یہی لگائوو آزاد کو ماضی کی رومانی ،کیف اندوز فضا سے باہر نکلنے نہیں دیتی ۔''آزاد کی جبلّت کا ریشہ ریشہ ماضی میں کچھ اس طرح پیوست ہے کہ ان کے عہد کا تنقیدی رجحان ،ان کے ماضی کے ساتھ رومانی دل بستگی سے دست و گریبان ہے(۱۵)۔ اس دوئی کا نتیجہ یہ ہے کہ آزاد ایک ہی سطح پر قائم نہیں رہ سکتے ۔وہ دو دنیائوں میں ڈانواں ڈول رہتے ہیں ،کبھی رومانی ،کبھی تنقیدی (۱۶)

۔یہی وجہ ہے کہ آزاد کی تحقیق میں رومانیت ،تخّیل ،رنگینی ادا کا غلبہ ،تحقیق کو مبالغہ آمیز بنا دیتا ہے ۔اگرچہ بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

''آزاد کو آج کے کڑے تحقیقی اُصول و ضوابط پر پرکھنا ،آزاد کے ساتھ ناانصافی ہے ۔جس عہد میں آزاد '' آب حیات '' دربارِ اکبری یا سخن دانِ فارس لکھ رہے تھے ،اس عہد کے تحقیقی و تنقیدی معیار کیا تھے ؟اُس ادبی ، تنقیدی اور تحقیقی فضا اور اس کے پس منظر میں رہ کر آزاد کی تحقیق و تنقید کو پرکھنا چاہیے ،نہ کہ آج کے معیار پر۔''(۱۷ (

کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار پروفیسر سیّد مسعود حسن رضوی ادیب بھی آج سے ساٹھ سال پہلے ۱۹۵۳ء میں کرتے ہوئے آزاد کا دفاع کرتے ہیں :

''آزاد کے بیش تر بیانات مستند کتابوں سے ماخوذ ہیں مگر انہوں نے معمّر اور معتبر بزرگوں سے جو کچھ سنا تھا، اس کو بھی اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے ۔ہمارے ممتازشعراء سے متعلق جو روایتیں سینہ بہ سینہ چلی آرہی تھیں اُن کو محفوظ کر دینابھی ایک اہم ادبی خدمت تھی ۔آزاد کے زمانے تک یہ دستور نہ تھا کہ جو بات کہی جائے اُ س کے لیے سند پیش کی جائے اور ماخذ کا حوالہ دیا جائے ۔انھوں نے بھی بہت سی چیزیں نہایت معتبرماخذوں سے لی ہیں ،مگر اکثر مقامات پر اُن کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی ۔''(۱۸ (

دراصل آزاد کی تحریری کتب بالخصوص ''آب حیات'' پر سب سے زیادہ اعتراضات لگائے گئے ۔متعدد ناقدین اور محققین نے سنین ،واقعات، اشعار اور دیگر اغلاط و نقائص کی نشان دہی کرکے '' آب حیات '' کی تحقیقی حیثیت متعین کی ہے ۔جن میں سے بیش تر نقاد اور محققین پہلے سے اخذ کردہ تنقیدی نظریے کے تحت ہی آزاد کی تحریروں کا جائزہ لیتے رہے ۔اسی بنا پر افراط و تفریط کا شکار ہو گئے ۔جہاں پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب اور ڈاکٹر محمد صادق، آزاد کی حمایت میں دلائل و براہین اکھٹے کرتے ہیں تو ڈاکٹر عبدالودود ،آزاد کی تحریروں میں سے کم و بیش تین سو اغلاط نکال آزاد کی تحقیقی حیثیت کو کم تر بنا دیتے ہیں ۔گویا ہر محقق اور نقاد کے ذاتی رجحانات اور اندازِ نظر جو پہلے سے متعین تھے ، انہی کی تائید میں دلائل و اسناد اکھٹے کرتے رہے ۔''آب حیات '' کی وجہ تصنیف کے بارے میں ڈاکٹر محمد صادق لکھتے ہیں :

''اُردو شاعری کا تاریخی جائزہ ان کا بہت پرانا اور محبوب موضوع رہا ہے ،جب ''بغاوتِ ہند '' کے باعث پرانا نظام ناپید ہو گیا تو یہ شوق مقدس فریضہ بن گیا تاکہ دورِ کہن کو ادبی شکل میں حیاتِ تازہ عطا کی جائے ''(۱۹ (

اور یہی وہ مقصد تھا جس کی بابت محمد حسین آزاد نے بھی دیباچے میں اشارہ کیا ہے:

... ''جن جوہریوں کے ذریعے یہ جواہرات مجھ تک پہنچے ،وہ تو خاک میں مل گئے ۔جو لوگ باقی ہیں وہ بجھے چراغوں کی طرح ایسے ویرانوں میں پڑے ہیں کہ ان کو روشن کرنے کی یا ان سے روشنی لینے کی پرواہ نہیں ...''(۲۰ (

مزید لکھتے ہیں :

.....''خیالاتِ مذکورہ نے مجھ پر واجب کیا کہ جو حالات ان بزرگوں کے معلوم ہیں یا مختلف تذکروں میں متفرق موجود ہیں ۔انہیں جمع کر کے ایک جگہ لکھوں اور جہاں تک ممکن ہو،اس طرح لکھوں کہ ان کی زندگی کی بولتی چالتی ،پھرتی چلتی تصویریں سامنے آن کھڑی ہوں اور انہیں حیاتِ جاوداں حاصل ہو ''(۲۱ (

لہٰذا ثابت ہواکہ آزاد کے ''آب حیات'' لکھنے کا مقصد تحقیق و تنقید کے میدان میں کوئی شاہکار تصنیف کرنا نہیں تھا بلکہ اُن اسلاف کے مرقعوں کو معاشرتی ،تہذیبی اور ادبی پس منظر کے ساتھ زندہ جاوید کر دینا تھا ،کہ بعد میں اُن شعرائے اسلاف کے فقط دیوان ہی نہ پڑھے جائیں بلکہ دیواوین کے ساتھ ساتھ ان کی عصری و ادبی پس منظر، معاشرتی و تہذیبی فضا، مجالس و آدابِ مجالس، طرز گفتگو و نشست و برخاست، مثبت و منفی رویوں کی جھلکیاں حتیٰ کہ اسلاف کے چہرے مہرے ،ناک نقشے اور لباس و پوشاک کے زندہ مناظر بھی آئندہ نسلوں کے سامنے جلوہ آراء ہوں ۔ آزاد کے'' آب حیات '' میں سنین کی اغلاط بھی ہیں ،واقعاتی اغلاط بھی ہیں ،مبالغہ آرائی بھی ہے ،اشعار کی اغلاط بھی ہیں لیکن آزاد کے پیش نظر محض ''اسلاف کے معاشرتی و ادبی فضا '' کو حیاتِ جاودانی عطا کرنا تھا ۔

''آب حیات '' پر سب سے پہلا تبصرہ ''انجمن '' اخبار مورخہ ۲۴ مئی ۱۸۸۱ء میں کیا گیا جس میں کتاب پر تعریفی کلمات کے بعد جن اغلاط کی طرف نشان دہی کی گئی ان میں ''بعض ہندی الفاظ کی سنسکرت غلط لکھی گئی ہے،آگرہ والے نظم گو (نظیر اکبر آبادی) کو قلم انداز کیاگیا ہے ،مومن دہلی والے شعرائے اردو کی فہرست سے خارج ہیں ''جیسے اعتراضات کیے گئے ہیں (۲۲) ۔

یہی معاصر تبصرہ ''آب حیات '' پر بہترین تبصرہ ہے ،اس لیے کہ تبصرہ نگار اُس عہد کے تحقیقی و تنقیدی اصول و ضوابط سے آگاہ تھا۔''آب حیات '' پر پچاس ،ساٹھ سال بعد میں کئے گئے اعتراضات و نقائص کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ناقدین و محققین نے ''آب حیات '' کو اپنے دور کے تحقیقی اصولوں پر پرکھا۔ ''آب حیات '' کو مکمل یا تنقید کی کتاب بنا پر اعتراضات کی بھرمار کر دی اوردیباچے میں موجود آزاد کی تحریر کردہ وجہ تصنیف کو نہ دیکھا ۔قاضی عبدالودود نے ''محمد حسین آزاد ۔بحیثیت محقق''(۱۹۴۲۔۴۳ء) کتابچہ قلم بند کر کے آزاد کی پانچ تصانیف (آب حیات ، سخن دانِ فارس ،نیرنگ خیال ، نگارستانِ فارس اور دیوانِ ذوق (مرتبہ آزاد) پر تین سو (۳۰۰) اعتراضات لگا کر ،آزاد کا بحیثیت محقق مقام متعین کیا ہے ۔یہ اغلاط بیش تر واقعاتی ہیں ۔آزاد کے متذکرہ بیانات کی تردید میں قاضی صاحب نے مستند حوالے اور دلائل دے کر ان بیانات کی تصحیح کی ہے ۔قاضی عبدالودود نے ایک محقق کی حیثیت سے متعیّنہ اصول و قواعد کے مطابق آزاد کو بطورِ محقق دیکھنے کی کوشش کی ہے ۔اِ ن اغلاط شماریوں سے تو واضح طور پر یہ نتیجہ اخذہوتا ہے کہ آزاد تحقیق کے مرد میدان نہ تھے بلکہ بلند پایہ انشا پرداز ہی تھے ۔لیکن قاضی صاحب نے اپنے دور کی کڑی تحقیقی روشوں کے پیمانے پر آزاد کو پرکھا ہے اور نتیجہ اخذ کر دیا ،آزاد کے عہد میں مراجعت نہ کی۔ اس کے ادبی ماحول ،معاشرتی تناظر ،دستیاب مآخذ اور وسیلوں کو نہ دیکھا ۔

پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب آزاد کی تحقیقی غلطیوں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ''آزاد کی تحقیق میں غلطیاں ممکن ہیں اور کسی محقق کو غلطیوں سے مفر نہیں ۔لیکن جو لوگ تحقیق کی غلطی اور افسانے کا فرق سمجھتے ہیں ان کی نظر میں آزاد محقق ہی ٹھہرتے ہیں ۔(۲۳) ۔لہذا تحقیقی اغلاط سے کوئی محقق ،محققین کی صف سے باہر نہیں نکل جاتا ۔

حافظ محمود خان کا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ ''آزاد نے اپنے مندرجات کے حوالے بالالتزام نہیں دیے۔''(۲۴) خاص کر ''مجموعہ نغز '' کے سامنے آجانے سے تو یہ بات کھل گئی کہ آزاد نے بیش تر واقعات کی بنیاد ''مجموعہ نغز '' میں موجود واقعات پر ہی رکھی ہے ۔اگرچہ مولانانے بعض جگہ ''مجموعہ نغز '' کے حوالے دیے ہیں تاہم بیش تر مقامات پر انہوں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی ۔چناں چہ یہ سب باتیں مولانا کے پرواز تخیل کے نتائج میں شامل کر دی گئیں ''(۲۵) ۔

اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ آزاد کے دور میں ہر بات کی سند لا نے کے لیے حوالے دینے کا دستور نہ تھاجیسا کہ اب ہے ۔لہذاآزاد اِ س الزام سے بری ہو جاتے ہیں کہ ہر بات کا حوالہ نہیں دیا ہے لیکن بقول مظہر محمودشیرانی :''یقینی امر ہے کہ آخر کا رمولانا کے بیانات کا ایک قابل لحاظ حصہ ایسا باقی رہ جائے گا جس کی مسئولیت صرف اور صرف آزاد کے دوش پر ہو گی ۔اس قضئے کا زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ مولانا نے بعض مخصوص مقاصد کے حصول کی غرض سے متعدد واقعات وضع کیے اور ان کو اپنی شیریں گفتاری کے ساتھ ترکیب دے کر ڈرامائی انداز میں پیش کر دیا ۔آزاد کو اچھا محقق تسلیم کرنے کی راہ میں یہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے ۔''(۲۶ (

حافظ محمود شیرانی نے ''آب حیات '' پر تنقید میں جو اعتراضات اٹھائے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں :

شعراء کے درمیان رقابت اور مقابلے کا پہلو ،زمانی اعتبار سے مختلف شعراء کے تذکرے میں تقدیم و تاخیر ،بے بنیاد بیانات ، غلط لسانی نظریات، الفاظ کی تحقیق میں اغلاط ، سنین و تاریخ پر مبنی اغلاط ،شعراء کے ناموں کی غلطیاں ، متنی تحقیق میں کوتاہی ، متن میں اصلاح و اضافے ، اپنے مآخذ کا حوالہ نہ دینا ،کتاب دیکھے بغیر حوالہ دینا ، مآخذ میں موجود بیانات میں ردو بدل ،فقط اپنے حافظے پر اعتماد ،پروپیگنڈے پر اعتبار ،ناقدانہ آراء میں بے اعتدالی ،زیبِ داستان کے لیے اضافے ، مذہبی عصبیت، سادات پرستی ،استاد پرستی ،سنی سنائی باتوں پر اعتبار ۔''(۲۷ (

ظاہر ہے کہ یہ اعتراضات بہت سخت اور کڑے ہیں جن سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا ۔چند ایک کے رد میں تاویلیں دی جا سکتی ہیں ۔جیسے سادات پرستی ، استاد پرستی،مآخذ کا حوالہ نہ دینا ، مذہبی عصبیت ، شعراء کے درمیان رقابت اور مقابلے کا پہلو ،زمانی اعتبار سے مختلف شعراء کے تذکرے میں تقدیم و تاخیر، اور اکثر ناقدین اور محققین نے ان کی تردید میں دلائل بھی دیے ہیں ۔مولوی عبدالحق لکھتے ہیں :

''آزاد مرحوم کی آب حیات اپنی بعض واقعاتی غلطیوں کے باوجود اردو زبان میں ایک خاص پایہ رکھتی ہے ... آزاد مرحوم کا یہ کیا کم احسان ہے کہ اس نے سب سے پہلے تاریخِ ادب لکھنے کا ڈول

ڈالا اور ہمیں یہ خیال سمجھایا ۔ بے شک آزاد کی غلطیوں کو دکھائیے لیکن اس پر لعن طعن کی بوچھاڑ نہ کیجئے ،خصوصاًَ ناروا اور بے جا ۔''(۲۸)

سیّد مسعود حسن رضوی ادیب ''آزاد کے ساتھ بے انصافی '' کے موضوع پر لکھتے ہیں :

''حقیقت یہ کہ جس محنت اور جتنی تحقیق سے آب حیات لکھی گئی ہے ،اس کی مثالیں اُردو کے کتابی ذخیرے میں بہت کم ہیں ۔مگر اس کے صلے میں مصنف کو کیا ملا؟طعن و تشنیع کے نشتر ،سب و شتم کے تیر ، الزام و اتہام کی بر چھیاں !.....جس شخص نے اُردو کی خدمت میں جان کھپا دی،اپنی بے نظیر تصنیفوں سے اُردو کو مالامال کر دیا ،اردو ادب و شعر کی اصلاح و ترقی کے راستے دکھائے ،جس نے آب حیات کی سی پراز معلومات اور زندہ جاوید کتاب دی ، اس کی ساری محنتوں پر بے دردانہ تنقید اور بے بنیاد الزامات سے پانی پھیر دینا احسان فراموشی کی انتہا ہے ۔''(۲۹)

درج بالا بیانات اپنی جگہ درست ،لیکن جب بات تحقیقی اغلاط کی ہوتی ہے تو پھر ان اعتراضات میں صداقت بھی نظر آتی ہے ۔

جس طرح آزاد پر یہ اعتراض لگایا جاتا ہے کہ ''ترتیبِ دیوان ذوق '' میں انہوں نے کم و بیش بیس غزلوں اور تین قصیدوں میں اپنی طرف سے ''ترامیم و اصلاحات '' کی ہیں ۔بعینہ ''آب حیات میں مندرج اشعار میں بھی آزاد نے واقعات کی پیش کش اور اشعار کے متون میں جابجا خود ساختہ تبدیلیاں کی ہیں ۔اِن کے پسِ پشت محرکات کے حوالے سے ڈاکٹرابرار عبدالسلا م لکھتے ہیں :

''آب حیات میں مذکور واقعات اور مندرج اشعار میں آزاد کی خود ساختہ تبدیلیوں کے کئی محرکات ہیں ۔کہیں ان تبدیلیوں کا محرک آزاد کی پسندیدگی یا ناپسند یدگی میں تلاش کیا جا سکتا ہے تو کہیں کسی شاعر کی ادبی ساکھ کو مجروح کرنے یا اسے مقامِ بلند عطا کرنے میں مضمر ہے ۔کہیں ان اصلاحوں کا مقصد اپنی مرضی کے نتائج برآمد کرنا ہیں تو کہیں اپنے اعتراض کی گنجائش پیداکرنا ۔آزاد کے اس عمل نے ایک طرف ان کی محققانہ حیثیت کو مجروح کیا ہے تو دوسری طرف اس کے عواقب ان کے اہل خانہ کو مطعون ہونے کی صورت میں بھگتنا پڑے۔ ''(۳۰)

ڈاکٹر ابرار عبدالسلام نے ثبوت کے طور پر خواجہ حیدر علی آتش ،شیخ امام بخش ناسخ ،مرزا مظہر ،سودا ،میر ،درد ،قائم ،مصحفی کے اشعار کے متون میں ''حسبِ منشا'' ترامیم واصلاحات کردہ اشعار نقل کیے ہیں ۔جوآزاد کی پر تخیل زورِ طبع کا ثبوت ہیں ۔ یہاں ''آزاد کا طریق واردات ایسا دلآویز ہے کہ پڑھنے والا بین السطور حقیقت کو سمجھے بغیر ان کے اسلوب کی دلآویزی میں بہہ کر آگے نکل جاتا ہے اور اسے یہ محسوس تک نہیں ہونے پاتا کہ آزاد کیا کر گزرے ہیں ۔''(۳۱)

ابرار صاحب کی یہ آراء درست ہو سکتی ہیں لیکن بقول ڈاکٹر محمد صادق ''آب حیات '' کے مآخذ پر معترضین کے جواب میں اُن خطوط کا بھی حوالہ دیا ہے جو آزاد کی درخواست پر ان کے دوست ،احباب اور معاصر شعراء و ادباء نے انہیں لکھے اور ''آب حیات '' میں مذکور مختلف شعراء کے احوال و اشعار ارسال کیے ان میں مولوی محمد اشرف ،درگاداس ،منشی ذکاء اللہ ، علائوالدین علائی

کے خطوط قابل ذکر ہیں (۳۲) ۔جن میں موجود معلومات یا اطلاعات میں آزاد نے کوئی بڑی ترمیم یا اضافہ نہ کیا،نہ رنگ آمیزی یا حاشیہ آرائی کی بلکہ بعینہ درج کر دیا ۔

یہاں ابرار صاحب کی یہ بات کہ آزاد اپنے پر تخیل یاخاص مقاصدکے تحت اشعار کے متون میں تبدیل کر لیتے تھے ،مکمل طور پر درست قرار نہیں دی جا سکتی ۔کیوں کہ آزاد کے زبانی مآخذ میں انہیں ممکن ہے کہ یہ اشعار ایسے ہی دستیاب ہوئے ہوں جیسے آب حیات میں درج ہیں لہذا بقول ڈاکٹر محمد صادق :'' آب حیات '' میں غلطیاں ہیں لیکن ان کی ذمہ داری آزاد پر نہیں بلکہ کتاب کے مآخذ پر ہوتی ہے خواہ زبانی روایات ہوں یا تحریری مقالات''(۳۳)۔ آزاد افسانہ نگار اور انشائیہ پرداز ہیں ۔اسی لیے وہ آب حیات میں غلطیاں کرجاتے ہیں ۔بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

''ایک یہ کہ وہ اصول تحقیق سے ہٹ کر ،اصل مآخذ کو دیکھے بغیر سنی سنائی کچی پکی باتیں ایسے لکھ دیتے ہیں ، جیسے و ہ خود انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی ہیں ،دوسرے یہ کہ زندگی کی بولتی چالتی پھرتی چلتی تصویریں اجاگر کرنے اور قصہ میں جان ڈال کر ڈرامہ بنانے کے لیے بہت سی بے بنیاد باتیں خود گھڑ لیتے ہیں اس طرح یہ تصویر فکشن بن کر منہ سے بولنے لگتی ہے .....آب حیات پر سارے اعتراضات انھیں دو باتوں سے جنم لیتے ہیں اور آب حیات کو سند و اعتبار کے درجے سے گرا دیتے ہیں ۔''(۳۴ (

''آب حیات '' کے حق و مخالفت میں دلائل و براہین اپنی جگہ درست ۔لیکن یہ امر طے ہے کہ آزاد کی آزادی طبع اور پُر تخیّل اسلوبِ نگارش نے ان کی ناقدانہ تحقیق کو زدضرور پہنچائی ہے ۔وہ رومانیت پر فریفتہ تھے جس کا نتیجہ مبالغہ آرائی اور رنگ آمیزی کی صورت میں نکلا ۔اُن کی تحقیق پر جذبات حاوی ہیں وہ دورانِ تحریر تحقیق و تنقید کرنے والے آزاد سے قلم چھین کر انشائیہ پردازی شروع کر دیتے ہیں ۔وہ ماضی کی رومان پرور فضا میں گم ہو جاتے ہیں ،تمثیل نگاری کرتے ہیں ،مرقع بناتے ہیں اور چلتی پھرتی زندگی سے بھر پور تصویریں بنا ڈالتے ہیں ۔یہی انداز ''آب حیات '' میں بھی ہے ،''نیرنگ خیال '' میں بھی ، ''سخن دانِ فارس '' ، '' دربارِ اکبری ''،'' تذکرہ سنین''اور ''قصص ہند '' میں بھی موجود ہے ۔بقول پروفیسر محمد منور:

''آزاد اوّل و آخر ادیب و انشاء پرداز تھے ۔باقی چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں ۔''آب حیات'' بھی ایک تاریخ ہے لیکن دربار اکبری کی طرح وہ بھی ایک نثری شاہکار ہے ۔''نیرنگ خیال '' کی تصویروں میں تخیل کی کارفرمائی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور تو اور بعض جگہ تو تنقید بھی تصویروں میں کی ہے۔''(۳۵(

آزاد کی تمام نثری تحریروں میں رمزیت ،تصویریت ،تجسیمیت ،رعایت لفظی ،تخیل ، مبالغہ آمیزی اور رنگینی ادا کازور نظر آتا ہے جو انہیں تحقیقی رجحانات کا حامل ہوتے ہوئے بھی تحقیق سے دُور لے جاتا ہے ۔''مولانا آزاد کو اُرود شاعری پر سب سے زیادہ غصہ اس کے خیالی طوطوں ،مینائوں پر تھا ۔ جہاں بھی ہوا ہے تشبیہہ و استعارہ کی افراط کی مذمت کی ہے ...اگر تکلف و تصنع شاعری میں ناموزوں ہے تو نثر میں یہ انداز کہیں زیادہ ناموزوں ہو گا۔'' (۳۶) اور پھر تحقیق کے

میدان میں تو یہ اندازِ بیاں کسی طور جائز نہیں ۔ لیکن آزاد کی نثر میں یہ تشبیہات و استعارات خون کی طرح گردش کر رہے ہوتے ہیں ۔

نیرنگ خیال (۱۸۸۰ء حصہ اول) (۱۸۸۳ء)اگرچہ ''آب حیات '' کی طرز کی ادبی تاریخ تونہیں جس کی تحقیقی قواعد وضوابط کے مطابق چھان پڑتال کی جائے ۔یہ انشائیوں یا ادبی مضامین کا مجموعہ ہے جس کے پہلے حصے میں کل آٹھ مضامین ہیں جو کہ آزاد کی زندگی میں شائع ہوا تھا ،دوسرے حصے میں پانچ مضامین کا اضافہ ہے ۔ان مضامین کے مآخذ کے حوالے سے آزاد دیباچہ میں لکھتے ہیں :

''مَیں نے انگریزی انشائیہ پرداز وں کے خیالات سے اکثر چراغِ شوق روشن کیا ہے ۔بڑی بڑی کتابیں ان مطالب پر مشتمل ہیں جنہیں یہاں (ایسّے)جو اب مضمون کہتے ہیں ۔ان میں انواع و اقسام کی غرضیں ملحوظ ہیں ۔ مگر بہت سے مضا مین ایسے ہیں جن کی روشنی ابھی ہمارے دل و دماغ تک نہیں پہنچی ۔''(۳۷(

دیباچے میں آگے چل کر لکھتے ہیں

'':یہ چند مضمون جو لکھے ہیں ،نہیں کہہ سکتا کہ ترجمہ کیے ہیں ،ہاں جو کچھ کانوں نے سنا اور فکرِ مناسب نے زبان کے حوالے کیا ،ہاتھوں نے اسے لکھ دیا ۔''(۳۸ (

یہاں آزاد تراجم سے صاف مکر گئے ہیں ۔حالاں کہ ڈاکٹر محمد صادق نے ''آزاد ۔احوال وآثار '' کے حوالے سے واضح طور پر سات مضامین جانسن (Johnsan) کے پانچ ،ایڈیسن(addison) کے ایک اور پارنل(parnell) کے ایک مضمون کاعنوان دے کر اُن کے مکمل متون اور آزاد کے تراجم شدہ مضامین ساتھ ساتھ درج کیے ہیں ۔جن سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آزاد نے کون سا مضمون کس ادیب کا کس عنوان سے ترجمہ کیا۔اگرچہ مضامین میں اسلوب کی تازگی ،شگفتگی اور انفرادیت آزاد کی دین ہے لیکن خیالات ماخوذ ہیں ۔آزاد کی یہی ''آزادی'' دربار اکبری (۱۸۹۸ء)اور تدوین دیوانِ ذوق (۱۸۹۱ء) میں بھی نظر آتی ہے ۔دربار اکبری ،اُردو تاریخ نویسی کی کتاب ہے جس کے لیے مستند مآخذ سے استفادہ لازم ہے اور آزاد نے استفادہ کیابھی لیکن آب حیات کی طرح یہاں بھی اکثر قیاس آرائی سے کام لیا ہے۔ مختلف مناظر اور رزم و بزم کے نقشوں کے علاوہ غیر فطری قیاسی باتیں اور ضعیف روایات بھی ،انشاء پردازی کے زور میں ان کے قلم سے نکل گئی ہیں ۔''(۳۹) ۔ان ضعیف روایات کی بنا پر دربار اکبری کی تحقیقی و تاریخی وقعت کم ہو گئی ۔تدوینِ دیوانِ ذوق میں بھی آزاد کی جدتِ اد اور رنگینی اسلوب نے اُن کے اس قدر محنت شاقہ کو مشکوک بنا دیا ۔

''حافظ ویران کے مرتبہ ''دیوانِ ذوق'' میں ۱۸۳۳ غزلیں ہیں ، آزاد کے مرتبہ دیوانِ ذوق میں ۳۴۱۲غزلیں ہیں ۔اس عمل سے آزاد نے ذوق کے سارے کلام کومشکوک بنادیا ۔''(۴۰)آزاد کو کلامِ استاد پر اصلاح دینے کا ایسا چسکا لگ گیا تھا کہ انھیں ایک مرتبہ کی اصلاح سے سکون قلب حاصل نہ ہوتا تھا ۔لہٰذا ''حق شاگردی '' کی بھرپور ادائیگی کا یہ عمل بار بار جاری رہتا ۔یہی وجہ ہے کہ استاد ذوق کا کوئی شعر اگر ایک سے زیادہ مقامات پر نقل ہوا ہے تو اس کا متن پہلے متن سے مختلف ہے ۔''(۴۱ (

بقول ڈاکٹر محمدصادق ستائیس غزلوں اور تین قصائد کے ضمن میں آزاد نے واضح طور پر توضیحی نوٹ لکھے تھے کہ یہ نظر ثانی کے نور سے فیض یاب نہیں ہوئے ۔کیوں کہ بقول ڈاکٹر محمد صادق:

''آزاد کے پاس ان کے اصلی مسودات ایسی غیر تسلی بخش حالت میں پہنچے کہ ان کا پڑھنا مشکل تھا یا وہ صریحاً مسخ شدہ یانامکمل تھے ۔بہتر ہوتا کہ وہ ان کو چھوڑ دیتے ،لیکن وہ ان کو گوشہ گمنامی سے نکالنے پر کمر بستہ تھے اس لیے انہوں نے ان کی اصلاح و تہذیب کا تہیہ کیا۔بعض درستیوں ،ترمیموں اور اضافے کے لیے بے شک انہوں نے اپنے حافظے پر بھروسا کیا ہو گا لیکن بعض میں یہ وسیلہ بھی ناکام رہا اور انہوں نے اپنی ادارتی ذمہ داری پر ہی اکتفا نہ کیا ،بلکہ فرطِ جوش سے کئی قدم آگے بڑھ کر ان کو از سر نو لکھ ڈالا ۔بنا بریں ہم اِ سے کلامِ ذوق تسلیم کرنے سے انکار کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ ''(۴۲)

ذوق کے اشعار میں یہ ترمیمات و اضافے آزاد کی تحقیقی حیثیت کو کمزور کر دیتے ہیں ۔

سخن دان فارس (۱۹۰۷ء حصہ اول و دوم) حصہ اول لغات ، زبانوں کے فلسفے کے اُصولِ ،سنسکرت ، فارس کی قدیم زبان ،سنسکرت اور فارسی زبانوں کا تقابلی مطالعہ اور دیگر لسانی موضوعات پر مشتمل ہے جبکہ حصہ دوم میں فارسی زبان سے متعلق گیارہ لیکچر شامل ہیں ۔جو مجموعی صورت میں ۱۹۰۷ ء میں آغا محمد ابراہیم نے رفاہ عام پریس سے لاہور سے شائع کیے ۔اس کتاب کی وجہ تصنیف میں ' صاحب پرنسپل ٹریننگ کالج کی اس خواہش کا ذکر کیا ہے کہ ''ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح اس میں تاریخ زبان اردو کی آپ نے لکھی ہے ایسی ہی تاریخ اور تحقیق زبان فارسی کی ہو کہ اسے فارسی کے کورس میں داخل کردیں ''(۴۳) ۔اور فی الواقعی یہ ''آب حیات '' کے طرز کی ہی فارسی تاریخ زبان و ادب کی کتاب ہے ۔جس میں فارسی الفاظ ،اسماء ،افعال ، مصادر ، معانی ،دیگر زبانوں کے الفاظ کے اثرات اور ان سے فارسی الفاظ کے مفاہیم میں تغیّر جیسے اہم اور بنیادی مسائل اٹھائے ہیں ۔

محمد حسین آزاد نے الفاظ کی مبادیات ،اصل ، نسل اور تاریخ کا کھوج لگایا ۔لفظیات اور لغات سے آزاد کی دل چسپی کے حوالے سے ڈاکٹر رئوف پاریکھ لکھتے ہیں :

''محمد حسین آزاد کا شمار بجا طور پر ان اساتذہ اردو میں ہوتا ہے جنہوں نے اردو لسانیات کے موضوع پر اولین کام کیے ۔لفظیات اور لغات سے انہیں گہری دل چسپی تھی ۔ان کی کتاب سخن دان فارس اردو میں لسانیات اور تحقیق الفاظ کے موضوع پر پہلی کتاب ہے اردو تقابلی لسانیات کے تو آزاد بانی کہلانے کے مستحق ہیں ۔''(۴۴)

آزاد نے اس کتاب کے حوالے سے بالخصوص اور دیگر کتابوں میں بالعموم سینکڑوں ایسے الفاظ کے مبادیات ،اصوات اور معانی کا ذکر کیا ہے جو فارسی ، سنسکرت ،عربی اور دیگر زبانوں میں معمولی تبدیلِ اصوات یا الفاظ ایک ہی معانی میں استعمال ہوئے ہیں ۔ بقول ڈاکٹر رئوف پاریکھ :

''آزاد نے جن فارسی ،عربی اور سنسکرت الفاظ کی اصل ،ان کے اشتقاق ،معنی ، معنی میں تفسیر اور ان کے مرکبات پر اظہار خیال کیا ہے وہ کثیر تعداد میں ہیں ...تحقیق الفاظ اور ان کی وضاحت کے ضمن میں بھی آزاد کا مخصوص تخیلاتی ، استعاراتی اور محاکاتی انداز موجود ہے ۔خوب صورت نثر میں آزاد نے تحقیق الفاظ کے ضمن میں جو کچھ لکھا وہ ان کی مختلف کتابوں میں بکھرا پڑا ہے ۔''(۴۵)

کیوں کہ الفاظ کے اصل کی تلاش میں تخیل ،مبالغہ آمیزی یا رنگینی ادا کی گنجائش نہیں ہوتی لہذا الفاظ کی تحقیق میں آزاد کا کام لسانیات کا بہترین کام گرداناجاتا ہے ۔ڈاکٹر رئوف پاریکھ نئے الف بائی ترتیب کے ساتھ کئی الفاظ دیگر زبانوں کے الفاظ کے ساتھ صوتی و معنوی مماثلتوں کے حوالے سے آزاد کی تحقیق کی اس جہت کی طرف قارئین و ناقدین کی توجہ مبذول کرائی ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ۔

آزاد کے فارسی شغف کاایک اور مرقع ''نگارستانِ فارس ''(۱۹۲۲ء)ہے جو فارسی شعراء کا تذکرہ ہے۔ ڈاکٹر سلیم فرخی لکھتے ہیں :

''نگارستان اگر اپنے زمانہ تصنیف کے فوراَ بعد شائع ہو جاتی تو شاید اردو ادب میں اس کی اہمیت دو چند ہوتی لیکن اس کی اشاعت اس وقت ہوئی جب اردو میں شعرالعجم جیسی کتاب شائع ہو چکی تھی ...اس وجہ سے نگارستان کی اہمیت بہت کم ہو گئی اور اسے محض آزاد کاایک تبرک سمجھا گیا ۔''(۴۶)

''نگارستان '' پینتیس شعراء کے حلات اور کلام کا مجموعہ ہے ۔جس میں شعراء کی تقدیم و تاخیر کی کوئی ترتیب نہیں ۔ابوالفضل کو بھی فارسی شعراء میں شامل کیا ہے ۔اگرچہ ان کے علاوہ کسی تذکرہ نگار نے ابوالفضل کو فارسی شعراء کی صف میں جگہ نہیں دی ۔نگارستان کے حاشیوں پر آزاد نے اپنے اکثر مآخذ کے نام تحریر کئے ہیں ۔لیکن شعراء کی ترتیب آگے پیچھے کر دی ۔اپنی مرضی و منشاء سے واقعات لکھ دئیے اور ان میں ترامیم و اضافے کر دیے ۔ ضعیف روایات اور تضاد کی مثالیں نگارستان میں بہت ملتی ہیں ۔فردوسی کے حالات میں سترہ صفحے ہیں ۔امیر خسرو کے گیارہ، ابوالفضل کا ترجمہ تیرہ صفحوں پر مشتمل ہے ، علی حزیں کے ترجمے میں انیس صفحے جبکہ سعدی کے حالات میں صرف چھ صفحے ،اسی طرح حافظ شیرازی کے حالات میں محض تین صفحے ۔حزیں اتنے بڑے شاعر نہ تھے کہ انہیں سعدی اور حافظ پر بھی ترجیح دی جاتی ۔(۴۷)یہاں بھی آزاد نے تحقیق و تنقید میں اپنی منشا اور آزاد روی کو مد نظر رکھا ہے ۔اگرچہ ان کی محنت شاقہ ،لگن ،تجسس و تفحص،وسعت مطالعہ میں کوئی کلام نہیں لیکن تخیل پسند فطرت انہیں اپنی جلوہ آرائیوں سے باز نہیں آنے دیتی ۔وہ تحقیق و تنقید میں انشاء پرداز ی ، افسانہ طرازی اور تخیل و رنگینی لے آتے ہیں جو بعد کے محققین اور ناقدین کی نظروں میں کھٹکنے لگتی ہے ۔

آزاد کی یہ تحقیقی و تنقیدی کوتاہیاں اپنی جگہ لیکن ان کے تحقیقی و تنقیدی معیار کو آج کے کڑے تحقیقی معیاروں پر پرکھنا کسی طور جائز نہیں ۔آج کے ناقدین اور محققین آزاد کے ادبی دور میں مراجعت کریں ، اس دور کے دستیاب ادب و نقد کے وسائل دیکھیں ۔اُس عہد کے اد بی تقاضے،معاصر

شہادتیں ، دستیاب مآخذ اور استفادے کاانداز دیکھیں تو آزاد محقق ہی ٹھہرتے ہیں ۔اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی تحقیق پر انشا پردازی اور تخیّل کے عناصر غالب ہیں ۔

حوالے اور حواشی:

)۱ (محمد صادق ،ڈاکٹر، محمد حسین آزاد ۔احوال و آثار، لاہور:مجلس ترقی ادب ،نومبر ۱۹۷۶ء، طبع اول ،ص۱۲

)۲ (اسلم فرخی ،ڈاکٹر، محمد حسین آزاد ۔حیات و تصانیف، حصّہ اول حیات ، کراچی :انجمن ترقی اردو پاکستان ، ۱۹۶۵ء، اشاعت اول ،ص۸۲۷

)۳ (ایضاً ، ص۸۱

)۴ (ایضاً ، ص۸۲

)۵ (محمد حسین آزاد دہلوی، دیوان ذوق، (مولفہ) ،لاہور : مطبع رفاہ عام،۱۹۲۲ء، ص۲۷

)۶ (اسلم فرخی ، ڈاکٹر، محمد حسین آزاد ۔حیات و تصانیف، حصّہ اول حیات ، ۱۱۷

)۷ (ایضاً ، ص۱۲۴

)۸ (ایضاً ، ص۱۴۷- ۱۴۸

)۹ (تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، جلد چہارم ،لاہور :یونی ورسٹی آف پنجاب ،۱۹۷۲ء، طبع اول ، ص۱۱۹

)۱۰ (ایضاً ، ص۱۱۹

)۱۱ (اکرام چغتائی، محمد حسین آزاد (نئے دریافت شدہ مآخذ کی روشنی میں)، لاہور :سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص۲۴

)۱۲ (مظفر عباس ،ڈاکٹر، ''مولانا آزاد کا عالم وارفتگی'' مشمولہ راوی -۷۲، محمد حسین آزاد نمبر، ۱۹۸۳ء ،یکم اکتوبر ۱۹۸۳، ص۲۷۰

)۱۳ (تبسم کاشمیری ،ڈاکٹر ''آزاد کا عالم دیوانگی ''، مشمولہ اوراق ، ۱۹۸۱ء ،ص۱۰

)۱۴ (عبدالودود،قاضی، محمد حسین آزاد ۔بحیثیت محقق، پٹنہ :ادارہ تحقیقات اردو،۱۹۸۴ء، اشاعت دوم ، ص۱

)۱۵ (محمد صادق ،ڈاکٹر، محمد حسین آزاد ۔احوال و آثار، ص۱۴۴

)۱۶ (ایضاً ، ص۱۴۵

)۱۷ (سلیم اختر، ڈاکٹر کے ساتھ ٹیلی فون پر گفتگو ۲۲نومبر ۲۰۱۳ء، (شام چھ بجے (

)۱۸ (مسعود حسین رضوی ادیب، سیّد، پروفیسر، آب حیات کا تنقیدی مطالعہ، لکھنؤ :کتاب نگر دین دیال روڈ ،۱۹۵۳ء ، بار اوّل، ص۷۴-۷۵

)۱۹ (محمد صادق ،ڈاکٹر، محمد حسین آزاد ۔احوال و آثار ،ص۸۴

)۲۰ (محمد حسین آزاد ،مولانا، آب حیات، لاہور :سنگ میل پبلی کیشنز ،۲۰۰۰ء ،ص۷

)۲۱ (ایضاً ، ص۸

)۲۲(یہ مواد ڈاکٹر محمد صادق کی تصنیف محمد حسین آزاد ۔احوال وآثار، ص ۸۶-۸۷ سے لیا گیاہے ۔

)۲۳ (مسعود حسن رضوی ادیب ، سیّد ،مقدمہ ، فیض میر ،لکھنؤ :س۔ن، ،ص۵

)۲۴ (مظہر محمود شیرانی ،ڈاکٹر، حافظ محمودشیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات، جلد اوّل ۔ لاہور :مجلس ترقی ادب کلب روڈ، جون ۱۹۹۳ء ،طبع اوّل،ص۳۸۶

)۲۵ (ایضاً ، ص۳۸۷

)۲۶ (ایضاً ، ص۳۸۷

)۲۷ (یہ اعتراضات ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کی کتاب، حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات، جلد اوّل ص ۳۸۹تا ۴۱۵سے درج کیے گئے ہیں ۔

)۲۸ (عبدالحق ،مولوی ،سہ ماہی اُردو ،جنوری ۱۹۳۳ء،ص۱۱۹-۱۲۰

)۲۹ (مسعود حسین رضوی ادیب ،سیّد ،پروفیسر، آب حیات کا تنقیدی مطالعہ ،ص۸۰-۸۱

)۳۰ (ابرار عبدالسلام ،ڈاکٹر ''آب حیات میں آزاد کی اصلاحیں ...ایک تحقیقی مطالعہ '' مشمولہ تحقیق، جام شورو ،۱۶، ۲۰۰۸ء،ص۵۲۸

)۳۱ (ایضاً ، ص۵۳۱

)۳۲ (یہ خطوط مکمل متون کے ساتھ ڈاکٹر محمد صادق کی کتاب ،محمد حسین آزاد ۔احوال و آثار ، ص ۲۲۸ تا ۲۴۰ موجود ہیں ۔

)۳۳ (محمد صادق ،ڈاکٹر ''محمد حسین آزاد ''، مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند (جلد چہارم)، لاہور :پنجاب یونی ورسٹی، ۲۰۱۰ء،طبع دوم،ص۱۳۵

)۳۴ (جمیل جالبی ،ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، لاہور:مجلس ترقی ادب ،فروری ۲۰۱۲ء،اشاعت اوّل،ص ۱۰۱۹

)۳۵ (محمد منور ،پروفیسر ''محمد حسین آزاد ۔صاحب طرز نثر نگار '' مشمولہ راوی ۷۲، محمد حسین آزاد نمبر،یکم اکتوبر ۱۹۸۳ء،ص۸۱

)۳۶ (ایضاً ، ص۸۵

)۳۷ (محمد حسین آزاد ،مولانا، نیرنگ خیال ،لاہور :سنگ میل پبلی کیشنز ،۲۰۰۷ء،۴۵

)۳۸ (ایضاً ، ۴۷

)۳۹ (جمیل جالبی ،ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد چہارم،لاہور :مجلس ترقی ادب ،فروری ۲۰۱۲ء ،اشاعت اوّل ،۱۰۴۱

)۴۰ (ایضاً ، ص۱۰۱۱

)۴۱ (ابرار عبدالسلام ،ڈاکٹر ''آب حیات میں آزاد کی اصلاحیں ... ایک تحقیقی مطالعہ'' تحقیق، جام شورو، ۱۶، ۲۰۰۸ء، ص۵۳۴

)۴۲ (محمد صادق، ڈاکٹر، محمد حسین آزاد ۔احوال و آثار، لاہور :مجلس ترقی ادب ،کلب روڈ ، نومبر ۱۹۷۶ء، طبع اوّل، ص۲۶۹

)۴۳ (اسلم فرخی، ڈاکٹر، محمد حسین آزاد ۔حیات اور تصانیف، حصّہ دوم۔ تصانیف، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۶۵ء، اشاعت اوّل، ص۳۷۴

)۴۴ (رئوف پاریکھ ،ڈاکٹر، ''آزاد اور تحقیق لغات'' مشمولہ، آزاد صدی مقالات، لاہور :شعبہ اردو ،پنجاب یونی ورسٹی، اورینٹل کالج، ۲۰۱۰ء، طبع اوّل، ص۲۶۰

)۴۵ (ایضاً ، ص۲۶۱

)۴۶ (ایضاً ، ص۴۵۹

)۴۷ (یہ معلومات ڈاکٹر اسلم فرخی کی تصنیف محمد حسین آزاد ،حیات و تصانیف، حصہ دوم ص ۴۶۳-۴۶۴ سے لی گئی ہیں ۔

/...../